ظفر عمر (ڈپٹی ڈائریکٹر ریٹائرڈ سٹیٹ بینک آف پاکستان)

قرض کیوں؟ اپنا روپیہ کیوں نہیں؟

قرضوں میں بیرونی مالیاتی اداروں سے لیا گیا قرض ہماری خود مختاری اور آزادی کے لیے خطرہ بنتا جا رہا ہے وہ اس طرح کہ اس قرض کی قسطیں اور اس پر سود ہمیں بیرونی کرنسی میں ادا کرنا پڑتا ہے جو ہمیں برآمدات سے حاصل ہوتی ہے۔ ادھر لوازمات پیداوار بڑھانے کے لیے پیسوں کی کمی اور سرکاری اداروں میں ہمہ جہت بد عنوانی کی وجہ سے برآمدات کی ادائیگی کے لیے بھی کافی نہیں ہوتی' بیرونی قرض اور اس پر لگنے والا سود ادا کرنا تو دور کی بات ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہم بیرونی قرضوں کے نادہندہ قرار دیے جانے کے قریب آ گئے ہیں اور اس سے بچنے کے لیے ڈوبتے ہوئے آدمی کی طرح بیرونی کرنسی کے حصول کے لیے بے تحاشا اور دیوانہ وار ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور ایسی کاروائیاں بھی کر رہے ہیں جن سے ہماری آزادی اور خود مختاری تک خطرے میں پڑتی جا رہی ہے مثلاً ہم نے بیرونی کرنسی کے حصول کے لیے سرمایہ کاروں کو کھلی چھوٹ دے دی ہے کہ وہ آئیں اور پاکستان میں جدید ایسٹ انڈیا کمپنیوں کا کردار ادا کریں۔ بلا کسی روک ٹوک کے آئیں' یہاں کے بد عنوان افسروں کی مدد سے خوب منافع کمائیں اور جب چاہیں سرمایہ اور منافع دونوں واپس لے جائیں اور پاکستان کو پہلے سے زیادہ بد حال چھوڑ جائیں۔ بجلی کی چند کمپنیوں نے ہماری پکار پر لبیک کہا ہے اور ہمیں ایسا تگنی کا ناچ نچایا ہے کہ ہمیں دن میں تارے نظر آ رہے ہیں۔ یہ کمپنیاں اکیلی ہی ہمیں نادہندہ قرار دلوانے کے لیے کافی ہیں۔ بیرونی کرنسی کے لیے ہماری تگ و دو کا نتیجہ قرض اور مزید قرض کی صورت میں نکلا ہے۔ یہ تو "نماز بخشوانے گئے تھے روزے گلے پڑ گئے" کے مصداق ہو گیا ہے۔ ان مزید بیرونی قرضوں سے نادہندہ قرار دیے جانے کا خطرہ کچھ عرصہ کے لیے ٹل تو سکتا ہے مگر ختم نہیں ہو سکتا۔

بیرونی قرضے صرف برآمدات بڑھا کر اس سے ہونے والی بیرونی کرنسی کی آمدنی سے ادا کیے جا سکتے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ برآمدات بڑھانے کے لیے پیداوار بڑھانا ضروری ہے اور پیداوار بڑھانے کے لیے "لوازم پیداوار" مہیا کرنا ضروری ہے جن میں اہم ترین "بے شمار روپیہ" اور "بے شمار آدمی" ہیں۔ بے شمار آدمی تو ہمارے پاس موجود ہیں جنہیں آن دی جاب ٹریننگ دے کر ترقیاتی کاموں پر لگایا جا سکتا ہے مگر بے شمار روپیہ کہاں سے آئے؟ جبکہ حکومت کا واحد ذریعہ آمدنی ٹیکس ہے جو بالکل ناکافی ہے۔ یہ بے شمار روپیہ بھی ہمارے پاس موجود ہے مگر بعض معاشی توہمات ہمیں اس تک پہنچنے نہیں دیتے۔ مثلاً یہ ہم کہ کرنسی نوٹ صرف اتنی قیمت کے جاری کرنے چاہئیں جتنی قیمت کا سونا چاندی بیرونی کرنسی نوٹ وغیرہ ہمارے پاس ہو۔ ورنہ افراط زر ہو کر ہمارا کرنسی نوٹ دو کوڑی کا ہو جائے گا۔ یہ سراسر جہالت ہے کیونکہ نوٹ کے برابر سونے چاندی کے سکے رکھنا اس وقت ضروری تھا جب پرائیویٹ بینک پرامیسری نوٹ جاری کرتے تھے اور یہ نوٹ کسی بھی وقت (عند الطلب) سونے چاندی کے سکوں سے تبدیل کیے جا سکتے تھے۔ اب نہ سونے چاندی کے سکوں کا چلن ہے نہ نوٹ قابل تبدیلی ہیں۔ یہ شوشہ کہ کرنسی نوٹ کو سونے چاندی کی پشتی ہونی چاہیے' ان کا چھوڑا ہوا ہے جو ہمیں اپنی کرنسی سے' جو بلا سود لی جا سکتی ہے' فائدہ اٹھانے دینا نہیں چاہتے اور ہمیں اپنے سودی قرضوں کے جال میں پھانس کر اپنا تابع فرمان بنانا چاہتے ہیں یعنی دنیا کے سرمائے کو کنٹرول کرنے اور دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھنے والے یہودی سود خوروں کا جو ہر وقت اپنے سرمائے کو قرض پر دینے کے لیے گاہکوں کی تلاش میں رہتے ہیں اور جن کے نزدیک علم معاشیات میں سے قرض نکال دیا جائے تو اس علم میں کچھ بھی باقی نہ بچے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج کرنسی نوٹ محض اشیاء اور خدمات کا "ذریعہ مبادلہ" ہیں اور اگر کسی بڑھتی چڑھتی معیشت کو روپے کی قیمت کے کرنسی نوٹوں کی ضرورت ہے تو اس قیمت کے کرنسی نوٹ بلا قباحت چھاپے اور استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ اس سے کرنسی نوٹ کی قیمت گھٹے گی نہیں بلکہ بڑھے گی۔ پاکستان جیسے قدرتی دولت سے مالا مال ترقی پذیر ملک میں پیداوار بڑھانے کی بے انتہا گنجائش ہے جو حسب ضرورت روپیہ مہیا ہونے پر بڑھائی جا سکتی ہے۔ پیداوار کی فراوانی اسے ارزاں کرتی ہے اور ارزانی کا مطلب ہے روپے کی قوت خرید میں اضافہ تو جہاں روپے کے اضافے سے پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے' وہاں روپے کی قوت خرید بڑھتی ہے [illegible] نہیں۔ یہودی ماہرین معیشت نے اپنی قوم کے لیے کوئی اور قوانین بنا رکھے ہیں اور غیر یہودیوں کے لیے کوئی اور۔ غیر یہودیوں کو وہ معیشت کی ضرورت کے مطابق کرنسی نوٹ جاری کرنے سے یہ کہہ کر ڈراتے ہیں کہ اس سے نوٹ کی قیمت گر جائے گی یعنی افراط زر ہو جائے گا اور اس طرح ان کا سرمایہ منجمد کر کے انہیں قرض لینے پر مجبور کرتے ہیں۔ سونے چاندی کے سکوں کے زمانے میں سکوں کو گردش سے نکال کر سرمایہ منجمد کیا جاتا تھا۔ کرنسی نوٹوں کے زمانے میں کرنسی نوٹ جاری کرنے میں رکاوٹ ڈال کر (کسی بھی خوف سے) سرمایہ منجمد کیا جاتا ہے۔ دیکھئے تسخیر عالم کے منصوبے

میں جو پروٹوکولز کے نام سے مشہور ہے' پروٹوکول نمبر ۲۰ میں یہودی دانشور کیا کہتے ہیں۔

"غیر یہود میں اقتصادی بحران پیدا کرنے کے لیے بھی ہم نے روپے کو گردش سے نکالنے کا طریقہ اختیار کیا ہے اس طریقے سے ہم نے بہت بڑے سرمائے کو منجمد کر دیا ہے لہٰذا مجبور ہو کر ریاستوں کو قرضوں کا سہارا لینا پڑا۔ ان قرضوں نے حکومت کی مالیات کو سود کی ادائیگی کے بوجھ تلے دبا دیا ہے اور وہ سرمائے کی غلام بن کر رہ گئی ہیں"

"زر کا اجراء آبادی کی رفتار کے مطابق ہونا چاہیے اس لیے بچوں کو بھی ان کے یوم پیدائش سے لے کر زر کے صارفین میں شمار کرنا چاہیے۔"

"جن ملکوں نے (زر کے اجراء کے لیے) سونے کے تناسب کا معیار اختیار کیا وہ تباہی سے دوچار ہوئے۔ اس طریقے سے زر کی فراہمی کی مانگ پوری نہیں کی جا سکتی۔"

"ہم ہر شخص کی ضروریات کو مد نظر رکھ کر زر کا اجراء عمل میں لائیں گے"۔

(زمانہ جدید سے مطابقت کرنے کے لیے "زر" کی جگہ "کرنسی نوٹ" پڑھیے۔ دوسرے لفظوں میں یہودی دانشوروں کے مطابق معیشت کو جتنے زر (کرنسی نوٹوں) کی ضرورت ہو اتنے بلا جھجک چھاپنے اور استعمال کرنے چاہئیں۔ نیز یہ کہ کرنسی نوٹوں کے اجراء کو سونے چاندی کے موجود ذخیرے سے متناسب کرنا معیشت کو تباہ کرنا ہے اور ہم نے تو سرمائے کو اور زیادہ منجمد کیا ہوا ہے۔ اس کو ایک غریب قوم سے حاصل کردہ ٹیکس تک محدود کر دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ پاکستان جیسا قدرتی وسائل سے مالا مال ملک بیرونی قرضوں کا نادہندہ قرار دیے جانے کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اب پاکستان کے لیے دیوالیہ اور نادہندہ قرار دیے جانے کی ذلت و رسوائی سے بچنے کا صرف ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ کہ آئی ایم ایف کی طرف سے معیشت کی تنظیم نو کے بہانے ایک سے ایک بڑھ کر جو قرضوں کی پیشکش کی جا رہی ہے (ایٹمی دھماکوں سے ان پیشکشوں میں صرف "وقفہ" آیا ہے جو جلدی ختم ہو جائے گا) اسے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا جائے گا۔ اس کے بجائے موجودہ قرضوں کی ادائیگی کے لیے ۵ سال کی مہلت طلب کر لی جائے۔ یہ مہلت ملے یا نہ ملے' بہر صورت ۵ سال تک بیرونی قرضوں کی قسطوں اور ان پر سود کی ادائیگی روک دی جائے۔ اس دوران میں مالیاتی نظام میں مندرجہ ذیل انقلابی تبدیلی لائی جائیں۔

☆ ٹیکس کے ذریعے حکومت کو سرمائے کی فراہمی ختم کر دی جائے یعنی تمام ٹیکس ختم کر دیے جائیں۔

☆ ملک کو چلانے' اس کی حفاظت کرنے' امن و امان قائم کرنے اور عوام کی فلاح و بہبود کے جاری اخراجات کے لیے نیز قومی پیداوار بڑھانے کے لیے ترقیاتی کاموں کے لیے جتنے روپے کی بھی ضرورت ہو' وہ پارلیمنٹ کی منظوری سے نئے نوٹ جاری کر کے اسٹیٹ بینک سے لیا جائے۔ یہ روپیہ بھی عوام کا ہوتا ہے' ان کی ہی (حکومت کی) ضمانت سے جاری ہوتا ہے اور یہی اس کے نفع نقصان کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

☆ تمام بیروزگاروں کو بھرتی کر کے انہیں حسب اہلیت آن دی جاب ٹریننگ فراہم کرتے ہوئے لوازم پیداوار فراہم کرنے کے کام پر لگا دیا جائے اور اضافی پیداوار کی برآمد سے جو اضافی زر مبادلہ حاصل ہو' اس سے بیرونی قرضے ادا کیے جائیں اور آئندہ بیرونی قرض نہ لینے کی قسم اٹھائی جائے۔ ٹیکس ختم کرنے اور مالی وسائل بلا سود اسٹیٹ بینک سے حاصل کرنے کے اور بھی بہت سے فائدے ہوں گے جن میں سے چند یہ ہیں۔ حکومت اپنی ضروریات کا تمام روپیہ قومی اسمبلی سے مطالبہ زر منظور کرانے کے بعد بہ آسانی محض ایک آرڈر کے ذریعے اسٹیٹ بینک سے لے سکے گی۔ (حسب ضرورت خرچ کے لیے اسٹیٹ بینک میں اپنے متعلقہ اکاؤنٹ میں رکھ سکے گی) پورا روپیہ بھی مل جائے گا' روپیہ جمع کرنے پر کوئی خرچ بھی نہیں آئے گا اور عوام دعائیں بھی دیں گے۔ لامحدود رقم مہیا ہونے کی وجہ سے قومی پیداوار بڑھانے کے لیے تمام ترقیاتی کام ایک ساتھ شروع کیے جا سکیں گے۔ بیروزگاری ختم ہو جائے گی' لوگوں کی قوت خرید بڑھے گی' اشیاء کی کھپت میں اضافہ ہو گا جس کی طلب پوری کرنے کے لیے نئے کارخانے بنیں گے جس سے روزگار کے مواقع بڑھیں گے۔ چیزیں سستی ہوں گی۔ برآمدات بڑھیں گی۔ بیرونی زرمبادلہ کی آمدنی بڑھے گی جس سے قرضوں کی ادائیگی کی سبیل نکلے گی۔ جب اشیاء سستی ہوں گی تو روپے کی قیمت بڑھ جائے گی جس سے بیرونی قرضے کی (روپے میں) رقم کم ہو جائے گی اور ان کی ادائیگی آسان ہو جائے گی۔ روزگار کے مواقع میں اضافہ ہو گا اور خوشحالی بڑھے گی تو لوگوں کے احساس محرومی میں کمی ہو گی اور آپس میں جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ احساس محرومی پر مبنی گندی سیاست کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اچھے لوگ حکومت میں آئیں گے تو ملک ترقی کرے گا اور اقوام عالم میں اسے باعزت مقام ملے گا۔ معیشت سے سود ختم کرنے کا بھی اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا کہ اسے قرض کے بجائے نقد پر استوار کیا جائے۔

آخر میں ایک بار پھر مجھے کہنے دیجئے کہ محض ایک غریب قوم کے ٹیکسوں سے اور حکومت کے اثاثے بیچ کر ملک کو بیرونی قرضوں کی دلدل سے نکال کر ترقی کی راہ پر گامزن نہیں کیا جا سکتا اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک کا مالیاتی نظام یکسر بدلا جائے۔ ٹیکس اور قرض کے بجائے "نقد" کی بنیاد پر استوار کیا جائے پھر اس نظام کے تحت ملکی پیداوار اور اس کی برآمد میں اضافہ کیا جائے کہ اس سے کمائے ہوئے زرمبادلہ سے بیرونی قرض ادا اور توازن تجارت مستقلاً موافق ہو سکے۔ مزید قرضوں سے' خواہ اسلامی ملکوں ہی سے کیوں نہ لیے جائیں' ہماری معیشت کو سنبھالا نہیں دیا جا سکتا' صرف اس کی "نزع" کی مدت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ ہماری

سیاسی پارٹیوں اور ان کے لیڈروں سے اپیل ہے کہ سیاست کی بجائے معیشت پر زیادہ توجہ دیں اور ملک کی خوشحالی کے لیے اپنے اپنے پروگرام پیش کریں۔

ملی مسائل کے حل کے لیے انقلابی پروگرام

۱۔ نئے قرضے آئی ایم ایف کے منہ پر مار دیں۔ ۲۔ پرانے قرضے ۵ سال تک ادا نہ کرنے کا دلیرانہ اعلان کریں۔ ۳۔ بیرونی ممالک پابندیاں لگائیں تو اینٹ کا جواب پتھر سے دیں۔ ان پر بھی جوابی پابندیاں لگائیں۔ ان کا زیادہ نقصان ہوگا کیونکہ ہمارا بہت بڑا مارکیٹ اور وسطی ایشیا کا مارکیٹ ان کے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ ۴۔ پوری قوم کو ساتھ لے کر اور تمام بیروزگاروں کو روزگار فراہم کر کے بیرونی قرضے ادا کرنے کے لیے قومی پیداوار کی برآمدات کو بڑھانے کے کام پر لگ جائیں۔ نوجوانوں کو کام پر ہی تربیت فراہم کریں۔ ۵۔ برآمدات کے لیے مشرق وسطی، افریقہ، وسطی ایشیا، جنوب مشرقی ایشیا اور چین میں مارکیٹ ڈھونڈیں۔ مارکیٹ حاصل کرنے کے لیے کاروباری دیانت داری ازحد ضروری ہے۔ تجویز نمبر ۹ کے تحت ٹیکس معاف کرنے سے ہماری مصنوعات بیرونی مارکیٹوں میں بہت ہی سستی ہو جائیں گی۔ ۶۔ اپنی ضرورت کی مصنوعات اور جنگی ساز وسامان بھی انہی ممالک سے اور ان ممالک سے جو پابندیاں نہ لگائیں، حاصل کریں۔ اشیائے تعیش کی درآمد بالکل بند کر دیں۔ ۷۔ امریکہ پر انحصار بالکل ختم کر دیں اور حکومت اور نوکر شاہی سے امریکہ کے آلہ کاروں کو نکال باہر کریں۔ امریکہ کی دوستی ہمیں بہت ہی مہنگی پڑی ہے۔ ۸۔ حکومت اپنی مستقل اور ترقیاتی ضرورت کا تمام سرمایہ اسٹیٹ بینک سے حاصل کرے۔ ترقیاتی کاموں سے حکومت کو جو آمدن ہو یا جو بلا سودی قرضوں کی رقوم عوام سے واپس ملیں، وہ اسٹیٹ بینک میں واپس جمع کرا دی جائیں۔ باقی کو عوام سے لیا ہوا ٹیکس تصور کیا جائے۔ ۹۔ ٹیکس بالکل ختم کر دیں۔ اس سے ہر چیز سستی ہو جائے گی اور موجودہ آمدنیوں میں لوگ خوشحال ہو جائیں گے۔ نیز بچتوں سے عوام کی سطح پر بے شمار سرمایہ فراہم ہو جائے گا جس سے اشیائے ضرورت کی فراہمی کے لیے نئی نئی کمپنیاں اور کارخانے کھلیں گے، روزگار کے مواقع نکلیں گے، برآمدات بڑھیں گے۔ ۱۰۔ حکومت میں ہر سطح پر بدعنوانی کا خاتمہ کریں اور برآمدات کرنے والوں کو زیادہ سے زیادہ سہولت فراہم کریں۔ بیروزگاری اور مہنگائی کے خاتمے سے احساس محرومی پر مبنی گندی سیاست، آپس کے قتل وغارت، دشمن کی تخریب کاری اور عام جرائم کا خاتمہ ہوگا اور لوگ اطمینان کا سانس لیں گے۔

-------- بقیہ : داغستان --------

برقراری اور کارگل سے مجاہدین کی واپسی کے بعد داغستان میں محاذ کھل گیا ہے جس میں وسطی ایشیا، داغستان، چیچنیا اور کچھ عرب ملکوں کے مجاہدین شامل ہیں۔ ان کی جدوجہد کا مقصد داغستان میں شریعت کا نفاذ اور ریاست کا ہمسایہ چیچنیا سے الحاق ہے۔ چیچنیا کی جنگ کے دوران بھی اس علاقے میں فوجی سرگرمیاں جاری تھیں۔ داغستان کی تنگ کھائیاں اور بلند و بالا سنگلاخ پہاڑ چیچن مجاہدین کے لیے سرحد پار پناہ حاصل کرنے کے انتہائی محفوظ مقامات تھے۔ موجودہ صورتحال میں جنگ اب سرحدوں سے بڑھ کر داغستان کے اندر بوتلیک کے ضلع تک پہنچ گئی ہے جس کے ۳۱ دیہاتوں میں سے ۷ پر حریت پسندوں نے قبضہ کرلیا ہے۔ ۷ اگست سے شروع ہونے والی فوجی سرگرمیوں میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ روسی بھاری توپ خانہ اور ہیلی کاپٹر گن شپس سے مجاہدین کے ٹھکانوں پر مسلسل گولہ باری کر رہے ہے۔ روسی چیف آف اسٹاف اور وزیر داخلہ کو صورتحال کو معمول پر لانے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ نئے وزیراعظم نے اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ روس چیچنیا کی طرح اس مسئلہ میں نہ ملوث ہوگا اور اس وقت کی غلطیاں دہرائے گا۔ اس کے پاس اتنی طاقتور وسائل ہیں کہ وہ حالات کو ٹھیک کر سکتی ہے۔ روسی قیادت نے اگر ضروری ہوا تو چیچنیا میں داخل ہو کر مجاہدین کے خلاف کاروائی کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے اس لیے کہ بہرحال چیچنیا روس کا حصہ ہے۔ تاریخی پس منظر اور ہم عصر تناظر داغستان میں ایک طویل اور خونیں معرکے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ بہرحال اس مہینے کے آخر تک مسئلہ کی گہرائی اور گیرائی واضح ہو جائے گی۔ چیچنیا نے داغستان کے مسئلہ سے مکمل لاتعلقی ظاہر کرتے ہوئے اسے روس کا اندرونی معاملہ قرار دیا ہے مگر اصل صورت حال یہ ہے کہ داغستان میں مجاہدین کی کمان چیچنیا میں شامل باسیوف اور خطاب کر رہے ہیں۔ شامل نے چیچنیا میں تحریک آزادی کی قیادت کی تھی اور اب داغستان میں روسیوں کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ اس طرح چیچنیا کی اس سرکاری وضاحت پر یقین کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ ان معاملات سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ ۱۵ اگست کی سی این این کی نشریات کے مطابق چیچنیا میں ایک ماہ کے لیے ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ رات کا کرفیو اور خبروں پر سنسر لگا دیا گیا ہے۔

(بہ شکریہ روزنامہ جنگ لندن)